قرآنی نظامِ مسئولیت واحتساب
اور
تحفظ حقوق انسانی

گل قدیم جان، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات
گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

قرآن کریم اپنا ایک مؤثر نظامِ مسئولیت و احتساب رکھتا ہے جس کی رو سے انسان شتر بے مہار نہیں بلکہ اپنے اعمال وافعال کا جوابدہ ہے اُسے یہ بات بتلا دی گئی کہ اس سے اس کے اعمال کے بارے پوچھا جائے گا۔

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [1]

"اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے ہو"

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا [2]

"بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی پوچھ ہوگی"

جب یہ قرآنی نظامِ مسئولیت و احتساب کا تصور انسانوں کے ذہنوں اور قلوب میں تازہ اور جاگزیں ہو تو حکمران یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کہ رعایا کے حقوق غصب کریں یا محدود یا معطل کر دیں چاہے ان کے اقتدار کو کس قدر خطرہ کیوں نہ ہو مسئولیت اور احتساب کے تصور کی وجہ سے حکمران اقتدار کی قربانی اور جان کا نذرانہ تو پیش کر سکتا ہے لیکن حقوق کی پامالی کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ حکمران رعایا کے حقوق کا پاسبان اور محافظ بن جاتا ہے کیونکہ اختیاراتِ حکمرانی اس کے پاس مقتدرِ اعلیٰ کی مقدس امانت ہوتی ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا محاسبہ ہوگا جس طرح حکمران رعایا کے حقوق غصب نہیں کر سکتا اس طرح معاشرے کے دیگر افراد بھی ایک دوسرے کے حقوق پہ ہاتھ نہیں ڈال سکتے ہیں اور اگر کوئی دوسرے کے حقوق کی پامالی پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو قرآنی نظامِ مسئولیت و احتساب کی بناء پر گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ قرآنی نظامِ مسئولیت

واحتساب کو جاننے کے لیے ہم اس پر سلسلہ وار روشنی ڈالتے ہیں۔

مسئولیت واحتساب بذریعہ عوام

قرآن پاک میں واضح طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے انصاف قائم کرنا اس پر قائم رہنا صرف حکومت وعدالت کا فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لیے کوشش کرے انصاف ایک ایسا اصول اور گُر ہے جو معاشرے کے لیے سکون اور امن کا ضامن ہے اور جس معاشرے میں لوگوں کے حقوق دوسروں کی دست درازیوں سے محفوظ نہ ہوں وہ معاشرہ کسی صورت میں بھی پرسکون نہیں ہوسکتا۔ گویا کہ قرآن پاک نے انصاف کا درس دے کر دوسرے لفظوں میں یہ درس دیا ہے کہ خود بھی دوسروں کے حقوق کی پاس داری کریں اور حقوق کی پامالی کرنیوالوں کو بھی حقوق کے تحفظ پر مجبور کریں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ[۱۲]

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو"

قرآن کریم کا اعلان عام ہے کہ اے وہ لوگو! جو خدائی حاکمیت کو تسلیم کرچکے ہو۔ انصاف پر قائم رہو اس خطاب میں ہر آدمی شامل ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، عدلیہ کا سربراہ ہو یا انتظامیہ کا منتظم یا کوئی عام شہری ہو ہر ایک کو حکم ہے کہ انصاف پر قائم رہے۔ اب انصاف پر قائم رہنے کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں۔

> "عدل وانصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحبِ حق کو پورا ادا کیا جائے اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی۔ اس لیے قیام بالقسط کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لیے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف۔ یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام ہے جب دونوں فریقوں کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں کسی ایک طرف کسی کا میلان نہ

ہونے دیں ۴؎

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دینِ اسلام کا اہم عنصر، اصل الاصول اور رکنِ رکین ہے اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے انبیائے کرام کے بعد یہ کام ملتِ اسلامیہ کو سونپا گیا ہے اور ہر فرد کو حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُس کے فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے اور شریعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احتساب اور حسبہ کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ مولانا سید متین ہاشمی نے احتساب کے معنی کی توضیح کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے، حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں جبکہ احتساب کے اصطلاحی معنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں ۵؎"

نہی عن المنکر کے بارے میں اگر معمولی سوچ بچار کی جائے تو یہ کوئی مخفی حقیقت نہیں کہ اگر لوگوں کے حقوق غصب ہو رہے ہوں خواہ رعایا کے ہاتھوں، یا حکمرانوں کی طرف سے اور اُن کے خلاف آواز نہ اُٹھائی جائے تو وہ نہی عن المنکر سے روگردانی میں شمار نہ ہوں بلکہ یہ اسلام کے ایک اہم فریضہ سے پہلو تہی کے مترادف ہے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۙ

"قسم ہے زمانہ کی کہ انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور سچے دین کی تاکید کرتے رہے اور آپس میں صبر کی تاکید کرتے رہے۶؎"

قرآنی احکام پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لیے صرف خود ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی راہِ حق پر لگانے کی کوشش کرے اگر کوئی فرد انسانوں کے حقوق کی پامالی پر کمربستہ ہو تو مؤمن کا فریضہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرے بلکہ اگر حالات انتہائی درجہ نازک ہوں اور مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پرواہ نہ کرے اور اُن کے خلاف بغاوت کر دے تو قرآن کریم دوسرے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کے مال و جان غارت کرنے والوں کے خلاف تلوار اُٹھائیں اور اس وقت تک اُن کے ساتھ لڑیں جب تک وہ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی سے باز نہ آجائیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کریں۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى

آمْرِ اللہ ؎

" اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو تم سب اُس چڑھائی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر آ ئے "

عوامی مسئولیت و احتساب صرف عوام ہی کے لیے نہیں بلکہ مملکت کے تمام عمال کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اسلام اس بات کا ہرگز روادار نہیں کہ وہ حکومت کی ذمہ داریاں چند افراد کے ہاتھوں میں دیگر سارا کاروبارِ مملکت اُن پر چھوڑ دے اور حکمرانوں کو کھلی اجازت دیدے کہ جو چاہیں کرتے رہیں بلکہ قرآن کریم ملت کے ہر فرد کو ریاستی اُمور میں دلچسپی لینے کا درس دیتا ہے اور یہ اس کا حق قرار دیتا ہے کہ امیر مملکت اور حکام کے اعمال کا جائزہ لے۔ دکتور عبدالکریم زیدان تحریر فرماتے ہیں کہ "حکمران کو افراد ہی نے اپنے معاملات کا وکیل بنایا ہوا ہے اور مؤکل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے وکیل کے طرزِ عمل کا جائزہ لے کہ جس کام کے لیے اس کو وکیل بنایا گیا ہے وہ اطمینان بخش طریقہ کے مطابق انجام دے رہا ہے یا نہیں "[۸]

حکمرانوں سے پوچھ گچھ اور احتساب ملتِ اسلامیہ کے افراد کا صرف حق ہی نہیں بلکہ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے کہ نہی عن المنکر کے حکم کے تحت ہر فرد کا دینی فریضہ ہے دنیا میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہو سکتا ہے جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو عوامی مسئولیت و احتساب کے لیے پیش کیا تھا تو پھر دنیا کے کس حکمران کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عوامی احتساب سے مبرا اور آزاد ہو۔

غزوہ بدر میں آپؐ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے سواد بن غزیہؓ صف سے کچھ الگ تھے آپؐ نے چوکا دے کر فرمایا۔ سواد برابر کھڑے ہو جاؤ سوادؓ نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے مجھے تکلیف دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق و انصاف کے لیے مبعوث کیا ہے پس اجازت دیجئے کہ میں آپؐ سے بدلہ لوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا سوادؓ ضرور بدلہ لو سوادؓ فوراً آپؐ کے گلے سے چمٹ گئے اور بطن مبارک کو چوم لیا[۹]

خلفائے راشدین خصوصاً ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے خطبات شاہد ہیں کہ وہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ اگر وہ کجروی اختیار کریں تو اُن کو سیدھا کریں دراصل خطبات میں لوگوں کو اس بات کی تلقین کرنے کا مقصد محض یہ تھا۔ کہ وہ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے کہ سربراہ مملکت کو سیدھا رکھنا اُن کے فرائض میں شامل ہے اس لیے وہ ہر وقت اُسے احتسابی نظروں سے دیکھتے رہیں کہ وہ کہیں سیدھی راہ سے بھٹک تو نہیں گیا

ہے۔ اور اگر حکمران غلط طریقہ کار اختیار کرے تو اس سے پوچھ گچھ کریں انہیں بخوبی علم تھا کہ اقتدار کا نشہ صاحب اقتدار کو گمراہ کر سکتا ہے اس لیے اُسے راہ راست پر قائم رکھنے کے لیے عوامی مسئولیت و احتساب کی موجودگی نہایت ضروری ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنے اولین خطبہ میں فرمایا کہ "اگر میں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دوں تو میری مدد کرنا اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا"[۱۰]

حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ

"میں بذاتِ خود حق و صداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لیئے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا تاہم جس کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو۔ ہمارے برخلاف اُسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں"[۱۱]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عوامی مسئولیت و احتساب کا تصوّر بنیادی حقوقِ انسانی کا ایک زبردست محافظ ہے عوامی مسئولیت و احتساب کے ہوتے ہوئے حکمرانوں کو رعایا کے حقوق پامال کرنے کی جسارت ہوتی ہے اور نہ عوام کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی کو دائرہ احتساب سے خارج کر کے اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں اور اس طرح وہ حقوق پر دست درازیوں کا دروازہ کھلا رکھیں۔

مسئولیت و احتساب بذریعہ عدالت

عام مشاہدے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ بعض لوگ طاقت اور اثر و رسوخ کے نشے میں مخمور ہو کر دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور عوامی مسئولیت و احتساب کو بھی طاقت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر بے اثر کر دیتے ہیں خصوصاً اقتدار کا نشہ عوامی مسئولیت و احتساب کو خاطر میں نہیں لاتا۔ قرآن کریم نے اس غرض کے لیے ایک ایسی عدلیہ کی تشکیل کا انتظام کیا ہے جو دستورِ الٰہی کے قوانین پر فیصلہ کرنے کی بنا پر ہر خاص و عام کے لیے یکساں سلوک و فیصلہ کرنے کی پابند ہے اور عدلیہ کی اس حیثیت کی بنا پر ایک معمولی شہری اور غریب فرد بھی طاقتور سے اپنا حق بذریعہ عدلیہ وصول کر سکتا ہے یہاں تک کہ امیر مملکت کو عدلیہ کے مقابلہ میں کوئی تحفظ حاصل نہیں امیر و غریب۔ حاکم و محکوم، طاقتور اور کمزور سب کے سب عدلیہ کے لیے برابر ہیں قرآن کریم کا اعلان ہے

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ[۱۲]

"اور اگر تو فیصلہ کرے تو اُن میں انصاف سے فیصلہ کر"

آیت کریمہ میں خطاب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے لیکن حکم عام ہونے کی بنا پر ہر صاحب فیصلہ اس میں شامل ہے عدلیہ کا ہر ممبر یعنی جج اور چیف جسٹس ہر ایک کو پابند کر دیا گیا ہے جب آپ کے پاس مقدمہ آئے تو کوئی چیز آپ کے لیے انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیئے تاکہ کسی کا حق غارت نہ ہو قرآن پاک عدلیہ کو اس امر کا بھی پابند بناتا ہے کہ وہ دستور الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کا اُسے ہرگز اختیار حاصل نہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا راہ حق سے انحراف کی طرف لے جاتا ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ [۱۳]

"سو لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کر، اپنے نفس کی خواہش پر نہ چل ورنہ وہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گا۔"

بعض حالات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان فیصلہ کرتے وقت اپنی خواہش کی پابندی تو نہیں کرتا لیکن دوسروں کی خواہشات کی پابندی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو ایک انسانی کمزوری ہے قرآن کریم نے جس طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرکے فیصلہ کرنے میں ناجائز اور نامناسب قرار دیا ہے اسی طرح دوسروں کے خواہ وہ کسی پایہ کے لوگ کیوں نہ ہوں خواہشات کی پیروی کرنا بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ [۱۴]

"سو تو اُن میں اس کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے حکم کر اور سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا چھوڑ کر ان کی خوشی پر مت چل۔"

بعض اوقات بلکہ اکثر ایک انسان کی ناپسندیدگی اور دشمنی فیصلہ کرنے والے کو راہِ حق سے ہٹا دیتی ہے ناراضگی اور دشمنی کی بنا پر اُس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے اور فریق مخالف کی طرفداری کر دیتا ہے اگرچہ فریق مخالف ظالم کیوں نہ ہو اس صورت میں عدل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مظلوم کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی کرنا اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کو قرآن کریم نے ممنوع قرار دیا ہے حقدار کو اپنا حق پہنچنا چاہیے خواہ وہ دشمن کیوں نہ ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ [۱۵]

"اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

قرآن کریم کے ان احکامات کی موجودگی میں اسلامی ریاست کی عدلیہ اس امر کی پابند ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی عدل و انصاف سے نہ ہٹے فیصلہ اگرچہ بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور اثر و رسوخ والے کے خلاف کیوں نہ جاتا ہو یہاں تک کہ امیرِ مملکت کے خلاف بھی ایک عام شہری مقدمہ دائر کر سکتا ہے اور عدلیہ ایک عام شہری کی طرح امیر کو بھی عدالت میں طلب کر سکتی ہے اور اُس کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے اسلامی تاریخ نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ عدلیہ کے سامنے مملکت کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ حاکم ہو یا محکوم کس طرح بے بس ہے نمونہ کے طور پر چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بنی مخذوم ایک زور آور قبیلہ تھا اس سے تعلق رکھنے والی عورت فاطمہ نے چوری کی بنی مخذوم کو یہ بات بڑی ناگوار تھی کہ ہم شرفا ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹنا پڑے تو عار کی بات ہوگی سب پریشان تھے سفارش کے درپے ہوئے آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو سفارش کے لیے راضی کیا حضرت اسامہؓ کی بات سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا:

أفي حدٍّ من حدود الله۔

"کیا خدائی حدود میں، عدالتی فیصلوں میں سفارش"۔

پھر فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اس وجہ سے ہلاک کر دیے گئے کہ وہ اپنے کو بچاتے تھے اور صرف ضعفاء اور غریبوں پر حدود قائم کرتے تھے کسی شان و شوکت والے خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کر دیا جاتا تھا پھر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بنت مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ۔

"یہ تو بنی مخذوم کی فاطمہ ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ سے چوری کی غلطی سرزد ہو جاتی۔ تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"[16]

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ اُس نے ایک یہودی کو دیکھا۔ کہ وہ حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کر رہا ہے آپؓ نے یہودی سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے انکار پر فیصلہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا قاضی سے حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ یہ زرہ میری ہے جو میں نے کسی کو ہبہ کی ہے اور فروخت کی ہے قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تم اس بارے میں کیا کہتے ہو اس نے کہا یہ زرہ یقیناً میری ہے گو کہ میں امیر المؤمنین کو جھوٹا

نہیں کہتا اس پر قاضی نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ کے پاس گواہ ہے گواہ نہ ہونے کی بنا پر یہ قاضی نے فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف اور یہودی کے حق میں دے دیا[۵۱]

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک اس قسم کی عدلیہ کی تشکیل کرتا ہے جس میں ایک عام آدمی مقدمہ دائر کر کے حکومت کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو ملزم کے مقام پر کھڑا کر سکتا ہے اور اُن سے اپنا حق بذریعہ عدالت وصول کر سکتا ہے عدلیہ کا یہ اختیار کہ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو طلب کر سکتی ہے اور اس کو مسئول ٹھہراتی ہے اور یُوں حقوقِ انسانی کے تحفظ کے لیے ایک زبردست محافظ کا کام سرانجام دیتی ہے اور ایک مؤثر محتسب کا کام دیکر لوگوں کے حقوق معرضِ خطر میں پڑنے نہیں دیتی۔

مسئولیت اور احتساب آخرت

جو شخص اپنی بے بصری کی بدولت یہ سمجھتا ہو کہ موت ہی زندگی کا اختتام ہے تو اس کے لیے تصور حاکمیت الٰہی، اقتدار کا نیابتی اور امانتی تصور، دستورِ الٰہی، خوفِ خداوندی جو حقوقِ انسانی کے لیے بہترین محرکات ہیں سب کے سب بے معنی اور بے اثر ہو جاتے ہیں اور عوامی مسئولیت و احتساب سے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچا لیتا ہے قرآن پاک نے آخرت کی مسئولیت و احتساب کا تصور انسانیت کو دیکر حقوقِ انسانی کے تحفظ کے دوسرے محرکات کو بھی قوی سے قوی کر دیا ہے اور خود بھی ایک زبردست محافظ کی حیثیت سے ہر وقت انسانوں کے ذہن و اعصاب پر قبضہ جمائے رکھتا ہے کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ جب تک یہ ڈر نہ ہو کہ مر کر پھر زندہ ہونا ہے اور آخرت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو دوسروں کے حقوق کی پامالی سے انسان کیونکر باز رہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور عقل و ارادہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے اسی ارادہ و اختیار کی بنا پر انسان اپنے فعل و عمل پر مسئول بھی ہو گا قرآن پاک نے اسی آخرت کی مسئولیت و احتساب کو ذہن نشین کرانے کے مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [۵۲]

"اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہتا ہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ ہو گی جو کام تم کرتے ہو"

قرآنی تصریحات سے واضح ہوتا کہ قیامت کے روز ہر انسان سے اُس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائیگا اور اپنے ہر فعل کا حساب انسان کو دینا پڑے گا جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی پوچھ گچھ نہ ہو گی یہ اُسکی خام خیالی ہے

قرآن کریم نے اس خام خیالی کو ناممکن قرار دیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَكَ سُدًی[۲۰] "کیا انسان یہ خیال رکھتا ہے کہ تو بے قید چھوٹا رہے گا"
حساب وکتاب کے لیے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال و افعال حساب وکتاب کے دوران اشکار اہوں کوئی گوشۂ زندگی مخفی نہ ہو کیونکہ اگر کوئی عمل پوشیدہ ہو تو حساب وکتاب صحیح معنوں میں ممکن نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تمام اعمال کو ریکارڈ کرنے کا انتظام فرما دیا ہے

وَاِنَّ عَلَیۡكُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِیۡنَ ۝ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ[۲۱]

"اور تم پر نگہبان مقرر ہیں عزت والے، عمل لکھنے والے، تم جو کچھ کرتے ہو اُسے جانتے ہیں"

مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ[۲۲]

"کچھ بات نہیں بولتا۔ مگر اُس کے پاس ہی ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے"

دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مجازی بادشاہوں کی گرفت سے بعض زور آور اور با اثر مجرم دولت یا سفارش کے بل بوتے پر قانونی گرفت سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اب اگر کوئی ناسمجھ اپنی نادانی کی بنا پر یہ سمجھے کہ میں معزز و مشرف ہوں اس لیے خداوند کریم مجھے آخرت کی باز پرس سے آزاد کرے گا جیسا کہ یہود کہا کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں سوائے چند دنوں کے دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے وہ چند دن بھی بچھڑے کی عبادت کی بنا پر ہوں گے ورنہ دوسرے اعمال کی بنا پر وہ اپنے آپ کو آخرت کی مسئولیت و احتساب سے بری سمجھتے ہیں اور غیر یہودیوں کے حقوق غصب کرنا وہ اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں قرآن پاک نے یہودیوں کی خام خیالی کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ[۲۳]

"یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں"

وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً[۲۴]

اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہم کو ہرگز نہ لگے گی مگر گنے چنے چند روز"

وَقَالُوۡا لَیۡسَ عَلَیۡنَا فِی الۡاُمِّیّٖنَ سَبِیۡلٌ[۲۵]

"انہوں نے کہا ہم پر اُمّی لوگوں (غیر یہودیوں) کو حق لینے میں کچھ گناہ نہیں"

قرآن پاک نے یہود و نصاریٰ اور اُن جیسے ذہن رکھنے والوں کے لیے واضح اعلان کیا ہے کہ آخرت کی مسئولیت و احتساب کے لیے انسان کے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے نہ کسی کو مال بچائے گا نہ دولت نہ سفارش چلے گی اور

نہ کثرت اولاد یعنی افرادی قوت آخرت کی مسئولیت و احتساب سے اسے بچا سکتی ہے جن باغیانہ ذہن رکھنے والوں کا یہ خیال ہو کر ہم اس دنیا میں طاقت اور اثر والے ہیں آخرت میں بھی طاقت اور اثر والے ہوں گے انسانی حقوق کو غصب کرنے اور پامال کرنے پر آخرت کی مسئولیت و احتساب کو طاقت (اثر و رسوخ) افرادی قوت یا عزت و تکریم کی بنا پر ناکارہ بنا دیں گے وہ اپنے خیالی خوابوں کی دنیا میں بستے ہیں کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے وہاں نہ کسی سرکردہ شخص کی سفارش چلے گی اور نہ مال و دولت اور رشوت کی بنا پر کوئی آخرت کی مسئولیت و احتساب سے بچ سکتا ہے۔

يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ [۲۶]

"اس دن کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی۔"

قرآن پاک نے جگہ جگہ پر اس امر کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ انسانوں کی زندگی اس دنیا میں عارضی ہے یہاں دائمی قیام نہیں۔ اس لیے اس کی رنگینیوں میں حقیقی زندگی سے غفلت میں نہ پڑیں یہ زندگی چند روزہ اور مقام امتحان ہے اصلی اور حقیقی زندگی اس عارضی زندگی کے بعد ہوگی جس کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار اس عارضی زندگی کے اعمال و افعال پر ہوگا قرآنی اعلان ہے:

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ [۲۷]

"اور تم جلد اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے لوٹائے جاؤ گے۔"

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ [۲۸]

"بیشک اُن کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے اور پھر ہمارے ذمہ اُن سے (ان کے اعمال کا) حساب لینا ہے۔"

آخرت کے بارے میں قرآنی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا ذرا بھی محال نظر نہیں آتا کہ آخرت کی مسئولیت و احتساب ایک ایسا زبردست انقلابی نظریہ ہے کہ انسان کو کسی صورت میں نافرمانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا آخرت کی جوابدہی کا احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہر وقت انسان کے ذہن و قلب میں جاگزیں رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں

کوئی بھی نہ ہو نافرمانی کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے تمام خفیہ اور اعلانیہ اعمال و محرکات پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ اُن کو ریکارڈ کیا جاتا ہے معاشرے کے افراد میں اس زبردست اور طاقتور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہو سکتا۔ اور اسی آخرت کی مسئولیت و احتساب کے احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں رات کی تاریکی میں اور گھر کی چار دیواری میں ایک نوجوان لڑکی کو والدہ نے فہمائش کی کہ دُودھ میں پانی ملا دیں تو لڑکی نے کہا کہ امیر المومنین کا حکم ہے کہ کوئی دُودھ میں پانی نہ ملائے ماں جو کہ خارجی احتساب سے اپنے آپ کو تاریکی اور گھر کی چار دیواری کی وجہ سے محفوظ سمجھی تھی، نے کہا کہ اس فعل کا عمرؓ کو کیا علم ہو سکتا ہے وہ تو اس وقت اس مقام پر نہیں دیکھ رہا ہے بیٹی جس کا دِل آخرت کی مسئولیت و احتساب سے معمور تھا جواب دیتی ہے اگر امیر المومنین نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور دُودھ میں پانی نہیں ملانے دیتا اور اسی آخرت کی جوابدہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں پورے دو سال عہدہ قضاء پر معمور رہے مگر اُن کی عدالت میں کوئی بھی ایک مقدمہ پیش نہیں ہوا[29] کیونکہ معاشرہ کا ہر فرد جہاں ہے جس مقام کا تھا اپنے فرائض خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے ادا کر رہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآنی نظامِ مسئولیت و احتساب حقوقِ انسانی کے تحفظ کے لیے ایک زبردست و مؤثر قوت نافذہ ہے اور ایک ایسا محافظ ہے کہ اگر انسانی معاشرے میں اس محرک کو اجاگر کیا جائے تو انسانی معاشرہ امن و سکون کی نعمت سے مالامال ہو سکتا ہے اور ہر انسان کے حقوق کو غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔

المراجع والمصادر

۱ ۔ القرآن الکریم سورۃ النحل ۱۶ : ۹۳

۲ ۔ ″ سورۃ الاسراء ۱۷ : ۳۶

۳ ۔ ″ سورۃ النساء ۴ : ۱۳۵

۴ ۔ مولانا محمد شفیع، معارف القرآن ج ۲ ص ۵۷۵ (ادارۃ المعارف کراچی) ۱۹۷۹ء

۵ ۔ سید محمد متین ہاشمی، اسلامی حدود اور اُن کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب، ص ۸۰ (مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

۶ ۔ القرآن الکریم، سورۃ العصر ۱۰۳ : ۱تا ۳

۷ ۔ ″ سورۃ الحجرات ۴۹ : ۹

۸ ۔ عبدالکریم زیدان، الفرد والدولۃ فی شریعۃ اسلامیہ ص ۸۴ (اتحاد العالم الاسلامی للمنظمات الطلابیہ

۹ ۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷۱ (دارالسعادۃ قاہرہ) ۱۹۳۹ء

۱۰ ۔ محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم تاریخ طبری ج ا ص ۵۳۸، ۵۳۹ (نفیس اکیڈمی کراچی) اشاعت ہنجم

۱۱ ۔ ایضاً ج ۳ ص ۲۵۶

۱۲ ۔ القرآن الکریم، سورۃ المائدہ ۵ : ۴۲

۱۳ ۔ ″ ، سورۃ ص ۳۸ : ۲۶

۱۴ ۔ ″ ، سورہ المائدہ ۵ : ۴۸

۱۵ ۔ ″ ، ایضاً : ۸

۱۶ ۔ محمد بن اسماعیل البخاری ۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ذکر اسامہ بن زید

۱۷۔ ابن اثیر الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۴۰۱ (دارصادر بیروت) ۱۹۶۵ء
۱۸ ۔ القرآن الکریم ، سورۃ النحل ۱۶ : ۹۳
۱۹ ۔ " ، سورۃ الاسراء ۱۷ : ۳۶
۲۰ ۔ " ، سورۃ القیامہ ۷۵ : ۳۶
۲۱ ۔ " ، سورۃ الانفطار ۸۲ : ۱۰ تا ۱۲
۲۲ ۔ " ، سورۃ ق ۵۰ : ۱۸
۲۳ ۔ " ، سورۃ المائدہ ۵ : ۱۸
۲۴ ۔ " ، سورۃ البقرہ ۲ : ۸۰
۲۵ ۔ " ، سورۃ العمران ۳ : ۷۵
۲۶ ۔ " ، سورۃ البقرہ ۲ : ۴۸
۲۷ ۔ " ، سورۃ التوبہ ۹ : ۱۰۵
۲۸ ۔ " ، سورۃ الغاشیہ ۸۸ : ۲۵ ، ۲۶
۲۹ ۔ محمدؐ بن جریر طبری مترجم محمدؐ ابراہیم : تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵۱